قرآنیات

البیان

جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورة المؤمنون

(۲)

(گذشتہ سے پیوستہ)

وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ طِيۡنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلۡنٰهُ نُطۡفَةً فِىۡ قَرَارٍ

(تمھارے منکرین اِس کو نہیں مانتے[139] تو دیکھیں کہ) ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا تھا[140]۔ پھر اُس کو (آگے کے لیے) ہم نے پانی کی ایک (ٹپکی ہوئی) بوند بنا کر ایک محفوظ ٹھکانے

۱۳۹۔ یعنی اِس بات کو نہیں مانتے کہ لوگ مرنے کے بعد جی اٹھیں گے اور وہاں ایمان والوں کے لیے کوئی جنت بھی ہو گی۔

۱۴۰۔ یعنی ابتدا میں، جب انسان زمین کے پیٹ میں اُنھی مراحل سے گزر کر پیدا ہوا جن سے وہ اب ماں کے پیٹ میں گزرتا ہے۔ دوسری جگہ اشارہ ہے کہ مٹی کا یہ جوہر، جس کا ذکر یہاں ہوا ہے، پانی کی آمیزش سے وجود میں آیا جس سے وہ سڑے ہوئے گارے کی صورت اختیار کر گئی۔ پھر یہ گارا انڈے کے خول کی طرح اوپر سے خشک ہو گیا تاکہ نشوونما کے مختلف مراحل سے گزر کر جب انسان کا حیوانی وجود پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے تو یہ خول ٹوٹے اور نک سک سے درست پورا انسان اُسی طرح اُس سے باہر نکل آئے، جس طرح بعض جانوروں کے بچے اب بھی انڈوں سے نکلتے ہیں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

مَّكِيْنٍ ﴿١٣﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا
الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ
اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿١٤﴾ ؕ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿١٥﴾ ؕ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿١٦﴾

میں رکھ دیا[۱۴۱]۔ پھر پانی کی اُس بوند کو ہم نے ایک لوتھڑے کی صورت دی اور لوتھڑے کو گوشت کی ایک بندھی ہوئی بوٹی بنایا اور اُس بوٹی کی ہڈیاں پیدا کیں اور ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا۔ پھر ہم نے اُس کو ایک دوسری ہی مخلوق بنا کھڑا کیا[۱۴۲]۔ سو بڑا ہی بابرکت ہے اللہ، بہترین پیدا کرنے والا[۱۴۳]۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ اِس کے بعد تم کو لازماً مرنا ہے۔ پھر یہ کہ قیامت کے دن تم لازماً اٹھائے بھی جاؤ گے[۱۴۴]۔ ۱۲-۱۶

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۱۴۱۔ یہ دوسرے مرحلے کا ذکر ہے جس کے بعد انسان ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا شروع ہوئے اور اب تک ہو رہے ہیں۔ اِس کی جو تفصیل آگے بیان ہوئی ہے، وہ معلوم و معروف ہے۔ دور جدید کا انسان اپنے مشینی مشاہدات کی بدولت اِس کی جزئیات تک سے واقف ہو گیا ہے۔ قرآن کا اعجاز ہے کہ اُس نے صدیوں پہلے جو کچھ کہا تھا، وہ حیرت انگیز طور پر اُس کے مشاہدات کے عین مطابق ثابت ہوا ہے۔

۱۴۲۔ یعنی اُس کے حیوانی وجود کی تکمیل کے بعد اُس میں روح پھونکی اور اُسے چیزے دیگر بنا دیا جسے اب انسان کی حیثیت سے دیکھتے ہو۔

۱۴۳۔ یہ اُس تاثر کا بیان ہے جو انسان کی خلقت کے اِن تمام مراحل پر غور کرنے والوں کی زبان پر لازماً آنا چاہیے۔ آیت میں 'أفعل' کا صیغہ جمع کی طرف مضاف ہے، لہٰذا تفضیل و ترجیح سے مجرد ہو کر محض کمال صفت کو بیان کرنے کے لیے آ گیا ہے۔ 'أفعل' کا یہ استعمال عربی زبان میں معروف ہے۔ اِس میں قرآن کے کسی طالب علم کو کوئی تردد نہیں ہونا چاہیے۔

۱۴۴۔ یہ وہ اصل مدعا ہے جس کے لیے مخاطبین کو اُن کی پیدایش کے اِن تمام مراحل کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا فَوۡقَکُمۡ سَبۡعَ طَرَآئِقَ ٭ۖ وَمَا کُنَّا عَنِ الۡخَلۡقِ غٰفِلِیۡنَ ﴿۱۷﴾ وَاَنۡزَلۡنَا
مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسۡکَنّٰہُ فِی الۡاَرۡضِ ٭ۖ وَاِنَّا عَلٰی ذَہَابٍۭ بِہٖ لَقٰدِرُوۡنَ ﴿۱۸﴾

اور (یہی نہیں)، ہم نے تمھارے اوپر تہ بہ تہ سات آسمان[145] بنائے ہیں اور ہم اپنی مخلوقات سے غافل نہیں ہوئے[146]۔ اور ہم نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ پانی برسایا[147]، پھر اُس کو زمین میں ٹھیرا دیا[148] اور ہم (اگر چاہتے تو) اُس کو واپس بھی لے جا سکتے تھے۔

”...اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ سب کچھ آپ سے آپ ہو رہا ہے؟ کیا یہ ساری تدریج و تکمیل اور ساری تربیت و نگہداشت محض اندھے بہرے مادے کی کارفرمائی ہے؟ کیا یہ تمام قدرت و حکمت اور تمام ربوبیت و رأفت بالکل بے مقصد و غایت ایک کھیل ہے جس کے پیچھے کوئی نتیجہ اور انجام نہیں ہے؟ کیا جو پانی کی ایک بوند کو آدمی بنا سکتا ہے، وہ اُس آدمی کو مرنے کے بعد زندہ نہیں کر سکتا؟ یہی سوالات ہیں جن کے جواب میں نادانوں نے، اگرچہ وہ فلسفی اور سائنس دان کے معزز ناموں ہی سے موسوم ہوں، اختلاف کیا ہے۔ قرآن نے اِنھی سوالوں کے جواب کے لیے انسان کو خود اُس کے وجود کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اِن کے جواب کے لیے دور جانے کی ضرورت نہیں ہے، خود اپنے وجود کے مراحل پر غور کرو، ہر سوال کا جواب مل جائے گا۔“

(تدبر قرآن ۵/ ۳۰۴)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۱۴۵۔ اصل میں ’سَبۡعَ طَرَآئِقَ‘ کے الفاظ آئے ہیں۔ ’طَرَآئِق‘ ’طَرِیۡقَۃ‘ کی جمع ہے۔ یہ طبقے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ قرآن نے یہاں صفت بول کر موصوف مراد لیا ہے۔ چنانچہ اِس کا مفہوم وہی ہے جو دوسری جگہ ’سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا‘ کے الفاظ سے ادا فرمایا ہے۔

۱۴۶۔ یعنی اُس کو پیدا کر کے بھول نہیں گئے، بلکہ برابر اُس کی پرورش اور نگہداشت کا اہتمام کر رہے ہیں۔

۱۴۷۔ یہ اُس پانی کا ذکر ہے جس کو اللہ تعالیٰ سمندروں سے اٹھا کر فضا میں لے جاتے اور پھر بارش کی صورت میں برسا دیتے ہیں۔ یہ ہمیشہ ایک خاص اندازے اور مقدار کے ساتھ برسایا جاتا ہے، الّا یہ کہ خود اِس کا برسانے والا ہی اِس کو لوگوں کے لیے تنبیہ و تہدید یا عذاب بنا کر اِس کے دہانے کسی وقت کھول دے۔

۱۴۸۔ اِس لیے کہ ذخیرہ ہو کر وہ تمام مخلوقات کے کام آتا رہے۔ یہ خدا ہی کی عنایت ہے، ورنہ اِس کی ایک بوند بھی زمین پر نہ ٹک سکتی۔

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ
وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿١٩﴾ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ
وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ
بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٢١﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَى

پھر اِسی سے ہم نے تمھارے لیے کھجوروں اور انگوروں کے باغ اگائے ہیں۔ اِن میں تمھارے لیے بہت سے میوے ہیں جن سے تم لذت اندوز ہوتے ہو[149] اور اِنھی سے اپنی غذا کا سامان بھی کرتے ہو۔ اِسی طرح وہ درخت[150] بھی اگایا ہے جو طور سینا سے نکلتا ہے۔ وہ روغن لیے ہوئے اگتا ہے اور (روغن کی صورت میں) کھانے والوں کے لیے ایک اچھا سالن بھی[151]۔ اور تمھارے لیے چوپایوں میں بھی یقیناً بڑا سبق ہے[152]۔ ہم اُن چیزوں کے اندر سے جو اُن کے پیٹ میں ہیں[153]، تمھیں (خوش ذائقہ دودھ[154]) پلاتے ہیں اور تمھارے لیے اِن میں بہت سے دوسرے فائدے بھی ہیں[155] اور تم اِنھی سے اپنی غذا حاصل کرتے ہو، اور اِن پر اور کشتیوں پر (جو سمندر

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۱۴۹۔ آیت میں یہ الفاظ تقابل کے اسلوب پر حذف کر دیے گئے ہیں۔

۱۵۰۔ یعنی زیتون، طور سینا جس کی پیداوار کا خاص علاقہ تھا۔

۱۵۱۔ اصل میں لفظ 'صِبْغ' آیا ہے۔ اِس کی تنکیر اِس کی خوبی پر دلالت کر رہی ہے۔ یعنی 'صبغ طیب للاٰکلین'۔ اہل عرب میں یہ روغن بہت مقبول تھا اور وہ مکھن کی طرح اِسے ایک لذیذ اور مقوی سالن کے طور پر بھی استعمال کرتے تھے۔ اہل کتاب کے بارے میں معلوم ہے کہ اُن کے ہاں اِس کو ایک قسم کے مذہبی تقدس کا درجہ بھی حاصل تھا۔

۱۵۲۔ آیت میں اِس کے لیے 'عِبْرَة' کا لفظ ہے۔ اِس کی تنکیر تفخیم شان کے لیے ہے۔

۱۵۳۔ اِس اجمال کو دوسری جگہ کھول دیا ہے کہ اِس سے پیٹ کے اندر کا گوبر اور خون مراد ہے۔

۱۵۴۔ یہ 'نُسْقِيْكُمْ' کا دوسرا مفعول ہے۔ دوسری جگہ اِس کو 'لَبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ' کے الفاظ سے ظاہر فرما دیا ہے۔

۱۵۵۔ یہ دوسرے فوائد بھی معلوم و معروف ہیں۔ انسان اِن سے سواری اور بار برداری کا کام لیتا رہا ہے۔ یہ

الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ﴿۲۲﴾

میں چلتی ہیں)[156]، سوار بھی کیے جاتے ہو[157]۔ ۱۷-۲۲

زراعت اور کاشت کاری میں اُس کی معاونت کرتے رہے ہیں۔ اِن کے گوشت، چمڑے اور اون، یہاں تک کہ اِن کے گوبر سے بھی وہ آج تک فائدہ اٹھا رہا ہے۔

۱۵۶۔ اونٹ کے لیے سفینۂ صحرا کا استعارہ بہت پرانا ہے۔ قرآن نے اِسی بنا پر اُس کا اور سفینۂ دریا کا ذکر یہاں ایک ساتھ کیا ہے۔

۱۵۷۔ اوپر انسان کی خلقت کا ذکر ہوا۔ اُس سے امکان معاد کی طرف توجہ دلانا مقصود تھا۔ اُس کے بعد اُن چیزوں کو لیا ہے جن سے کائنات میں ربوبیت کا اہتمام و انتظام ظاہر ہوتا ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”یہاں اصل حقیقت پر نگاہ رہے کہ مقصود اِن چیزوں کے ذکر سے درس عبرت ہے کہ کیا جس رب نے ہماری ایک ایک ضرورت کا اِس جزرسی کے ساتھ اہتمام فرمایا ہے، اُس کے بارے میں یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ ہم کو پیدا کر کے بالکل بے تعلق ہو کر بیٹھ رہا ہے؟ کیا اُس کی یہ ربوبیت ہمارے اوپر کوئی حق اور ذمہ داری عائد نہیں کرتی؟ اور کیا اِس کا لازمی تقاضا یہ نہیں ہے کہ وہ ایک ایسا دن لائے جس میں اِن ذمہ داریوں سے متعلق ہم سے پرسش ہو؟ جنھوں نے اِن کا حق ادا کیا ہو، وہ انعام پائیں، جنھوں نے اِس دنیا کو ایک بازیچۂ اطفال سمجھ کر ساری زندگی بطالت میں گزاری ہو، وہ اُس کی سزا بھگتیں۔ ظاہر ہے کہ عقل و فطرت کی شہادت اِسی دوسرے پہلو کے حق میں ہے۔ جو لوگ کریم کے دروازے سے سب کچھ پا کر اُس کا حق نہیں پہچانتے یا اُس کے ماسوا دوسروں کے گن گاتے ہیں، وہ لئیم اور ناشکرے ہیں اور لازم ہے کہ وہ اپنی اِس ناشکری کا انجام دیکھیں۔“ (تدبر قرآن ۵/ ۳۰۷)

[باقی]

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org